GUMAN
ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

The Tradition of Satire and Humour in English Literature
(A Critical and Research Review)

انگریزی ادب میں طنز و مزاح کی روایت
(تنقیدی و تحقیقی جائزہ)

Dr. Muhammad Shahbaz
Dr. Parveen Akhtar Kallu
Shazia Raheem
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. Islamia Graduate College, Civil Lines, Lahore
Assosiate Professor, Department of Urdu, Govt. College University Faisalabad
PhD Scholar Department of Urdu, Lahore Leads University, Lahore

Abstract:
Sense of humor is an indispensable aspect of human nature, without which human life not only looks dull andcolorless, but sometimes man reaches the limits of despair and hopelessness. That is why satire and humour is found in every literature of the world for the pursuit of an optimistic life. If we look at English literature in this context, it is clear that satire and humour has existed in English literature from the very beginning, and its gradual evolution is a testament to the fact that the tradition of satire and humour in English literature has been stronger and more vibrant than in any other language in the world. In the article under study, scribe has tried to present the same thing in a critical and research oriented manner.

اُردو ملخص:
حِسِ مزاح انسانی فطرت کا ایک ناگزیر پہلو ہے، جس کے بغیر حیاتِ انسانی نہ صرف بے کیف و بے رنگ نظر آتی ہے، بل کہ بعض اوقات تو انسان مایوسی و ناامیدی کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رجائیت آمیز زندگی کے حصول کے لیے طنز و مزاح کا وجود دُنیا کے ہر ادب میں ملتا ہے۔اِس تناظر میں انگریزی ادبیات پر نگاہ کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی ادب میں طنز و مزاح کا وجود آغاز سے ہی موجود رہا ہے، جس کا تدریجی ارتقا اِس بات کا ضامن ہے کہ دُنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں انگریزی ادب میں طنز و مزاح کی روایت انتہائی مضبوط اور جان دار رہی ہے۔زیرِ مطالعہ مضمون میں راقم نے اِسی چیز کو تنقیدی و تحقیقی رنگ میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

Key Words: Satire, humour, Social Reform, Anglo Sexon, Jeoffrey Chaucer, William Shakespear, Oliver Cromwell, Nonsense Humour, Mark Twain

کُلیدی الفاظ
طنز، مزاح، اصلاحِ معاشرہ، اینگلو سیکسن، جیفرے چاسر، ولیم شیکسپئیر، آلیور کرامویل، لایعنی مزاح، مارک ٹوین

مزاح انسان کی فطری و جبلی خصلت اور حیاتِ انسانی کے تند و ترش ماحول میں زندہ رہنے کی ایک ایسی احتیاج ہے، جس کے بغیر انسانی زندگی ''قیدِ بہ حیات'' کا منظر پیش کرنے لگتی ہے۔یہ درست ہے کہ مزاح معاشرتی پست و بلند اور اونچ نیچ کے بطن سے جنم لیتا ہے، جب کہ طنز سیاسی، معاشی اور سماجی عدمِ انصاف کی وجہ سے نمو پاتا ہے، مگر اِس کائناتِ ارضی میں جہاں امن و آشتی کی فضا ہو، وہاں مزاح کی فصل خوب پھلتی پھولتی ہے، لیکن اِس کے برعکس جہاں عدمِ استحکام، انتشار و فشار اور بدامنی و اضطراب کی کیفیت ہو، وہاں طنز کی تجارت کے بجز کسی اور چیز کا لین دین نہیں ہوتا۔

طنز و مزاح کی ابتدا کے بارے میں مغربی محققین کا نظریہ ہے کہ دُنیا کا سب سے پہلا طنز نگار خطۂ یونان کا مفکر آرچی لوکس(Archilochus) (۶۸۰ق م-۶۴۵ق م) تھا، جسے انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں "Great Master of satire"، یعنی طنز کا امام(۱) تسلیم کیا گیا ہے۔اِس کے بعد ہپوناکس(Hipponax)(۵۴۱ق م-۴۸۷ق م)اور سیمونائیڈس(Simonides)(۵۵۶ ق م-۴۶۸ ق م)نے بھی اپنی شاعری میں طنز کو بہ طورِ حربہ کمال خوبی سے برتا۔ازاں بعد اطالوی ادیبوں نے طنز و مزاح کو "Facenine Verse" کا نام دیا۔اطالوی شعرا نے خاص طور پر کسانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قدرت کی ستم ظریفیوں کا بے محابا تمسخر اُڑایا، لیکن فی

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

زمانہ قدرت کا مضحکہ اُڑانے کے بجائے طنز و مزاح کا مقصد اصلاحِ معاشرہ لیا جاتا ہے۔اِس ضمن میں انگریزی ادب کو بہ طورِ خاص اہمیت حاصل ہے، جس میں طنز و مزاح کے حوالے سے تخلیقی و تنقیدی دونوں سطح پر قابل لحاظ کام ہوا ہے۔

انگریزی ادب کا ابتدائی عہد، جسے مؤرخین اینگلو سیکسن (Anglo Sexon)(۶۰۰ء۔۱۵۳۰ء)(۲)ادب کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، تاہم بعض ناقدینِ فن اینگلو سیکسن ادب کو اُس کی منفرد خصوصیات کی بنا پر انگریزی ادب کے متوازی خیال کرتے ہوئے اُسے ایک الگ حیثیت کا حامل ادب قرار دیتے ہیں، لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ جدید انگریزی ادب کے تخلیق کاروں کے ہاں اخذ و قبول کے رجحانات کا اثر اینگلو سیکسن ادب کے عہد تک پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔بعدازاں جب اینگلو سیکسن قوم کو نارمن حکومت(۱۰۶۶ء۔۱۳۵۰ء) نے اپنا غلام بنا لیا تو تہذیب و ثقافت کے ساتھ ساتھ شعر و ادب میں بھی ایک نیا انقلاب رونما ہوا۔ نارمن نے تقریباً تین سو سال تک برطانیہ پر حکومت کی، جس کی بہ دولت انگریزی ادب کا رُخ بڑی حد تک تبدیل ہو کر رہ گیا۔(۳) بلا مبالغہ انگریزی شاعری میں طنزیہ رجحان فرانسیسی اثرات کی بہ دولت ہی آیا۔اِس دور میں جن انگریز ادبا و شعرا نے اپنی فکر کے چراغ روشن کیے، اُن میں سب سے پہلے جیفرے چاسر(Jeoffrey Chaucer)(۱۳۴۳ء۔۱۴۰۰ء)کے دور کا نمایاں ترین شاعر ولیم لینگ لینڈ(William Langland)(۱۳۳۲ء؟۔۱۳۸۷ء؟)، جو غریب طبقے سے تعلق رکھنے والا ایک کٹر قسم کا پادری تھا، شاعری کی طرف اپنے فطری میلان کی وجہ سے اُس نے عہدِ وسطیٰ کے نظامِ زندگی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔اُس کے ہاں غم و غصہ اور طنز کے ساتھ ساتھ اصلاح کا جوش بھی امتیازی سطح پر محسوس ہوتا ہے۔اپنی فطرت میں وہ فن کار سے کہیں زیادہ معلمِ اخلاق تھا۔اُس نے اپنی تخلیقات میں روایتی عقائد و اعمال پر نہ صرف شدید احتجاج کیا، بل کہ اپنی شاعری میں غم و غصے اور طنز کی آمیزش سے اصلاح کاری کا فریضہ بھی انجام دینے کی کوشش کی۔اِنھی وجوہات کی بنا پر بعض ناقدین نے اُسے دانتے کا ہم نوا تسلیم کیا ہے۔اِس ضمن میں اُس کا سب سے بڑا کارنامہ تمثیلی نوعیت کی نظموں کا مجموعہ "The Vision of pires plowman" کو قرار دیا جاتا ہے، جس میں اُس نے اعلیٰ تبلیغی جوش کے زیرِ سایہ اُس وقت کے مذہبی نظام کی دھجیاں اُڑا کر رکھ دی ہیں۔(۴)

چاسر کے معاصرین میں جان گاور(John Gower)(۱۳۳۰ء۔۱۴۰۸ء) کے ہاں بھی طنز و مزاح کی روِش ملتی ہے۔اُس کی تخلیقات پر چاسر کے واضح اثرات محسوس کیے جا سکتے ہیں۔وہ اپنی شعری کاوشوں میں شاعر سے کہیں زیادہ معلمِ اخلاق دکھائی دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ۱۳۸۱ء کی عوامی بغاوت سے متاثر ہو کر اُس نے جاگیرداروں اور زمین داروں کی حمایت میں قلم اُٹھایا۔اِس سلسلے میں اُس کی لاطینی زبان میں لکھی گئی نظم "Vox Calamantis"(شر کا شور) مذکورہ بغاوت کے حوالے سے ایک طنزیہ شاہ کار ہے، جس میں وہ عام انسانوں کی شر پسندی کا طنزیہ انداز میں مضحکہ اُڑاتا ہے۔بعینہٖ چالیس ہزار اشعار کو محیط اُس کی اکلوتی انگریزی نظم "Confessio Amantis"(۱۳۸۳ء)، جو مختلف کہانیوں سے مزین ہے، انگریزی ادب میں کلاسیکس کا درجہ رکھتی ہے۔اِس نظم کی اہمیت ادبی سے کہیں زیادہ تاریخی ہے، جس میں طنز و مزاح کی خوش رنگ کلیاں بھی مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

چودھویں صدی کے مقبول شاعر جیفرے چاسر(Jeoffrey Chaucer)(۱۳۴۳ء۔۱۴۰۰ء) کی صورت میں انگریزی ادب کو ابتدا ہی میں ایک ایسا بہترین فن کار میسر آ گیا، جسے ''جدیدیت کا بانی'' اور ''انگریزی ادب کا ابو البشر'' کہا جاتا ہے۔چاسر کی زبان کے متروک ہو جانے کے باوجود اُس کے قارئین میں کمی نہیں آئی۔اگر پڑھنے والے الفاظ کے ہجے(Spellings) اور قدیم انگریزی زبان کی اجنبیت کو برداشت کر لیں تو آج بھی چاسر کی کہانیوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں(۵)، یہی وجہ ہے کہ چاسر کو "The Dawn of English Poetry" کے تعریفی کلمات سے یاد کیا جاتا ہے۔اپنی ایک مشہور نظم "The House of Fame" میں اُس نے عام شہرت کو دل چسپ انداز میں طنز کا نشانہ بنایا ہے۔اُس کا خیال تھا کہ انسانی زندگی میں شہرت، عزت اور عظمت اتفاقی امور ہیں اور استحقاق سے اِن کا کوئی تعلق نہیں۔مزید یہ کہ شہرت و عزت کا محل مستقل یا پائیدار نہیں ہوتا۔وہ اِس لیے کہ ایک نہ ایک دن اُسے زوال سے ہم کنار ہونا ہی ہوتا ہے۔(۶) اِس عظیم فن کار نے اپنی شاہ کار نظموں کے مجموعے ''حکایاتِ کنٹربری''(Tale of Canterbury) کے ذریعے کشتِ مزاح نگاری کی آبیاری کرتے ہوئے ''قصصِ کنٹربری'' کو اپنی بذلہ سنجی اور پُر لطف ظرافت سے زعفرانِ زار بنا دیا ہے۔(۷) چاسر کی اِن نظموں کو ''انسانی طربیے'' بھی کہا جا سکتا ہے۔یہ کتاب سترہ ہزار اشعار کی حامل ہو کر بھی نامکمل ہے، اِس کے باوجود اِس کا شمار دُنیا کے بہترین ادب میں کیا جاتا ہے۔(۸) چوں کہ چوں کہ چاسر خود ایک زندہ دل انسان تھا، اِس لیے وہ زندہ دلی کے ساتھ ہر فرد کی حماقتوں کو نوٹ کرنے کے بعد اُنھیں اپنی تخلیقات کے کینوس میں پرو کر قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے، تاکہ وہ بھی اُس کے ساتھ ہنسی میں شریک ہو سکیں۔چاسر کے ہاں لطیف مزاح اور نازک طنز کی سرحدیں آپس میں مدغم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں، بل کہ کہیں کہیں تو اُس کا مزاح باقاعدہ طنز کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔چاسر واعظ و مصلح کی طرح دُنیا کو تبدیل کرنے کے بجائے اپنے عصر کے مذہبی

GUMAN
ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

ٹھیکے داروں کی ریاکاری اور بناوٹ کا پردہ چاک کرتا ہے، جو مذہب کے محافظ کا دکھاوا کر کے مذہب کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے بہ طور آلۂ کار استعمال کرتے ہیں۔''نن'' اور''مونک''اُس کے طنز کی بہترین مثالیں ہیں۔

چاسر کے بعد جون اسکلٹن(John Skelton)(۱۴۶۰ء؟۔۱۵۲۹ء)نے اپنی شاعری میں مزاح کا اُسلوب اختیار کیا، مگر اُس کے ہاں شستہ و شائستہ مزاح فروغ نہ پاسکا اور وہ کسی قدر بھانڈ ہو کر رہ گیا۔ازاں بعد سر ڈیوڈ لینڈ(Sir David Landsay)(۱۴۹۰ء۔۱۵۵۵ء)کا طنزیہ ڈراما''An Pleasant Satyre of the Three Estates''، جس میں ترش لب و لہجے میں کلیسا پر شدید طنز کیا گیا ہے، انگریزی مزاحیہ ادب کی روایت میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔مذکورہ زمانے میں جون ہے وُڈ(John Heywood) (۱۴۹۷ء؟۔۱۵۸۰ء)، جس کا تعلق رومن کیتھولک(Roman Catholic)فرقے سے تھا،اُس نے اپنے مزاحیہ ڈرامے انٹرلیوڈ(Interludes) میں پروٹسٹنٹ(Protestant)فرقے کے لوگوں کا خوب مضحکہ اُڑایا ہے۔اِسی طرح جوزف ہال (Joseph Hall)(۱۵۷۴ء۔۱۶۵۶ء)، جو انگریزی ادب کا ایک بہ کمال شاعر واقع ہوا ہے، اُس نے اپنے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ انگریزی کا پہلا طنز نگار ہے، گو یہ دعویٰ تو درست ثابت نہ ہوا، مگر اتنا ضرور ہے کہ اُس کی نظمیں طنزیہ شاعری کی بہترین مثال پیش کرتی ہیں اور آئندہ ادوار میں اُس کی نظموں نے طنزیہ شاعری پر گہرا اثر ڈالا۔اِسی طرح جارج ویتھر(George Wither)(۱۵۸۸ء۔۱۶۶۷ء)، جو ایک چھوٹے زمین دار کا فرزند ہونے کی بنا پر دیہاتی زندگی کا دل دادہ تھا، اُس نے ایک طنزیہ نظم ''Fair Virtue'' لکھی، جس میں اُس نے طنز کو ایک حربے کے طور پر کمال خوبی سے برتا ہے۔اُس کی کچھ دیگر نظمیں بھی طنزیہ اُسلوب کا منظر پیش کرتی ہیں۔

ملکہ الزبتھ کے دور میں انگلستان میں مذہبی محاذ آرائیوں نے شعرا و ادبا کو بھی متاثر کیا۔ایسے حالات میں تخلیق کاروں کی باہمی قلم درازیوں کے باعث لفظی گولہ باری کا آغاز ہو گیا، جس سے مذہبی نثر کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔رچرڈ ہوکر(Richard Hooker)(۱۵۵۳ء؟۔۱۶۰۰ء)زیرِ بحث دور کا ایک اہم مذہبی نثار گردانا جاتا ہے، اُس نے انتہائی متانت آمیز پیرائے میں''قوانین الٰہیہ''مرتب کیے، جو دُنیا بھر میں "The Laws of Ecclesiastical" کے نام سے جانے جاتے ہیں، وہ انگلستان کے سرکاری مذہب کا علم بردار تھا، اِس لیے اُس نے پاپائیت کے حامیوں اور رجعت پسند افراد کی انتہا پسندی کو اپنے طنز کا ہدف بنایا۔اِسی عہد کا سب سے اہم حقیقت پسند طنز نگار اور ایک خاص طرزِ تحریر کا مالک تھامس نیش(Thomas Nesh)(۱۵۶۷ء۔۱۶۰۱ء)، جو گرین کا شاگرد اور جانشین بھی تھا، اُس نے اپنی تصنیف "Life of Jack Wilton" میں اٹلی کے مذہبی و سیاسی حالات، جب کہ "Anatomy of Absurdities"(۱۵۸۹ء)میں اپنے عہد کے سماجی نقائص اور ضعیف الاعتقادی کی مزاحیہ پیرائے میں خوب خبر لی ہے۔اُس کا طنزیہ اُسلوب اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں قدرے منفرد حیثیت کا حامل ہے، جس کے ذریعے اُس نے اپنے موضوعات کو عوامی زبان میں غنائیت کے پردے میں انتہائی کام یابی سے پیش کیا۔(۹)ازاں بعد نیش کے نقشِ قدم پر چلنے والا تھامس ڈیکر(Thomas Dekkar) (۱۵۷۰ء؟۔۱۶۲۷ء)، جس نے اپنی تصانیف میں معاشرتی زندگی کی بہترین عکاسی کی ہے، اُس نے اپنی تخلیق''حیرت انگیز برس''میں ۱۶۰۳ء کو حیرت انگیز برس قرار دیتے ہوئے ملکہ الزبتھ کی موت، جیمز اوّل کی تخت نشینی اور لندن میں پھوٹنے والے طاعون کا تذکرہ طنزیہ و مزاحیہ انداز میں کیا ہے۔بعینہٖ "The Bachelores Banquet" نامی ڈرامے میں ڈیکر نے عائلی زندگی کی اُلجھنوں اور پریشانیوں کو انتہائی مضحک صورت میں سپردِ قلم کیا ہے۔علاوہ ازیں اُس نے "Guls Horn Book" نامی اپنی تصنیف میں ایک ایسے شخص کی حماقتوں کا مضحکہ اُڑایا ہے، جو بڑا آدمی بننے کا شوقین تھا۔ڈیکر کا ایک اور ڈراما "The Shoe Maker's Holiday" (۱۶۰۰ء)خاص اہمیت کا حامل ہے، جس میں لندن کے پیشہ ور لوگوں کی زندگی کی تصویریں ملتی ہیں۔اِس ڈرامے کی زبان و بیان، اعلیٰ کردار نگاری اور مزاحیہ اُسلوب نے اسے ایک کام یاب طربیہ کا منصب عطا کیا ہے۔

جارج سینٹس بری(George Saintsbury)(۱۸۴۵ء۔۱۹۳۳ء)اور بعض دیگر مؤرخینِ ادبیات نے انگریزی ڈرامے کا جائزہ لیتے ہوئے عظیم ترین ڈراما نگار ولیم شیکسپیئر(William Shakespear)(۱۵۶۴ء۔۱۶۱۶ء)کو ڈرامے کے نظامِ شمسی کا مرکز قرار دیا ہے۔(۱۰)ولیم شیکسپیئر شاید انگریزی زبان کا وہ واحد فن کار ہے، جسے دُنیا میں سب سے زیادہ پڑھا گیا۔(۱۱)ولیم شیکسپیئر جو بڑا خلاّق ذہن رکھنے والا ایک شاعر، ایکٹر اور ڈراما نگار تھا، اُس نے اپنے ڈراموں کے ذریعے طنز و مزاح کی روایت کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔شیکسپیئر میں مزاح نگاری کی زبردست صلاحیت تھی، اُس نے اپنے ڈراموں میں مزاحیہ کرداروں کے ذریعے طنز و مزاح کی روایت کو نئی گزرگاہوں سے آشنا کیا۔بالخصوص اُس کے ڈرامے''ہنری چہارم''کا لافانی کردار''فالسٹاف''(Falstaff)مزاحیہ ادب کا زندۂ جاوید کردار ہے۔شیکسپیئر کے ڈراموں میں مزاح کے تمام مروّج حربوں کو کمال خوبی سے برتا گیا ہے۔اِس ضمن میں ڈیوڈ ڈیشز(David Daiches)(۱۹۱۲ء۔۲۰۰۵ء)لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

"He (Shakespear) was familiar by this time with both popular humour, courtly wit and current intellectual fashions and he could imitate or satirize any of these."(۱۲)

اپنے شاہ کار ڈرامے"Love's Labour Lost"(عشقِ رائیگاں)میں شیکسپیئر نے درباری زندگی اور مہذب طبقہ کی تہذیب و معاشرت کا بیان کرتے ہوئے عشق کے مارے لوگوں پر لاجواب طنز کے نشتر چلائے ہیں۔اِسی طرح شیکسپیئر کا ڈراما"The Gentlemen of Verona" بھی اُس کی مزاح نگاری کا ایک اہم حوالہ ہے، جس میں ویلنٹائن(Valentine)اور پروٹیس (Proteus) نامی دو دوستوں کا قصہ مزاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ پھر "Comedy of Errors"،"As you Like It"،"The Merchant of Venice"اور"Twelfth Night" ایسے مزاحیہ ڈرامے بھی شیکسپیئر کی مزاح نگاری کا واضح ثبوت ہیں۔ شیکسپیئر کے رومانی ڈراموں میں وفورِ محبت، موسیقی اور ماحول کی پُر اسراریت کا غلبہ ہونے کے باوجود اُن میں طنز و مزاح کا حوالہ برابر موجود رہتا ہے۔ شیکسپیئر کے ہاں لفظی، واقعاتی اور کرداری ہر طرح کے مزاح کے نمونے ملتے ہیں۔(۱۳)

بن جانسن(Benjamin Jonson)(۱۵۷۳ء۔۱۶۳۷ء) شیکسپیئر کے عہد کا سب سے اہم اور مؤثر ڈراما نگار تھا۔اُس نے اپنی تخلیقات میں زیادہ تر افرادِ معاشرہ کو ہدفِ ملامت بنایا اور اُن کی لغزشوں پر طنز کیا۔اُس کے کرداروں میں ٹھگ، بدمعاش اور معمولی نوعیت کے چور اُچکے خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔اُس کے ہاں سماجی زندگی کے دل چسپ اور لازوال نقوش دکھائی دیتے ہیں۔اِس ضمن میں"Every man in His Humour"(۱۵۹۸ء)بن جانسن کا پہلا کام یاب طربیہ ہے، جس میں اُس نے بدمزاج لوگوں کی ایک ہٹ دھرم جماعت کے مزاج کو مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا ہے۔بعینہٖ اُس نے اپنے ڈرامے "Every man out of Humour"(۱۵۹۹ء)میں بدمزاج لوگوں کے ایک دوسرے گروہ کو طنز و مزاح کے پیرائے میں موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔مذکورہ دونوں ڈراموں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا معاشرے میں راسخ ہو جانے والے رائج الوقت نقائص کو طنز و تعریض کی تلوار سے مٹا دینا چاہتا ہے۔اِسی طرح"Barthalomew Fair"میں بن جانسن نے صنفِ ڈراما کے دُشمن شدت پسند عیسائیوں کو کاٹ دار طنز کا ہدف بنایا ہے۔اِس ڈرامے میں اُس نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح مذکورہ عیسائی گروہ خود تو بلا تامل گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، مگر مذہبی کتابوں میں دوسروں کو ایسا نہ کرنے کی تبلیغ کرتا ہے۔اِسی طرح بن جانسن کے ڈرامے"Epicoene"اور"Alchemist" بھی طنز و مزاح سے بھرپور شاہ کار ہیں۔واضح رہے کہ بن جانسن ایک شاعر بھی تھا۔اِس ضمن میں اُس کے تین شعری مجموعے"Epigrammes"(۱۶۱۶ء)، "The Forrest"(۱۶۱۶ء)اور"Underwood"(۱۶۲۱ء)خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، اُن میں بھی بعض نظمیں ایسی مل جاتی ہیں، جن میں اخلاقی نقطۂ نظر سے طنزیاتی کردار نگاری کی گئی ہے۔اِسی دور میں جان مارسٹن(John Marston) (۱۵۷۶ء۔۱۶۳۴ء)، جو بنیادی طور پر عریاں نگاری اور ہزل گوئی میں یدِطولیٰ رکھتا تھا۔اُس کی تصنیف"The Scourage of Villanie"(۱۵۹۸ء)، جو طنز و مزاح سے بھرپور دکھائی دیتی ہے، تاہم اُس نے اپنے اِس طنزیہ رجحان کو اپنے پہلے طربیہ ڈرامے The Malcontent(۱۶۰۱ء)میں بڑی کام یابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔اِس ڈرامے کا مرکزی کردار ایک نواب، جو اوّل درجے کا بے وقوف تھا، جان مارسٹن نے اُس کی حماقتوں سے خوش گوار مزاح پیش کشید کیا ہے۔

سترھویں صدی کی پہلی دہائی میں شیکسپیئر کے قدم بہ قدم جن ڈراما نگاروں نے بے پناہ شہرت سمیٹی، اُن میں فرانسس بومنٹ (Francis Beaumount)(۱۵۸۴ء۔۱۶۱۶ء)اور جون فلیچر(John Fletcher)(۱۵۷۹ء۔۱۶۲۵ء)خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔یہ دونوں ایک دوسرے کے قلمی رفیق تھے۔دونوں نے انفرادی حیثیت سے بھی ڈرامے لکھے اور مشترکہ طور پر بھی کئی کام یاب ڈرامے تخلیق کیے، جنھیں سٹیج پر بے پناہ کام یابی نصیب ہوئی۔ "The Knight of the Burning Pestle"بومنٹ اور فلیچر کا کام یاب ترین طربیہ ہے، جس میں جیمز اوّل کے درباری سورماؤں اور شہری لوگوں کی زندگی کا مضحکہ اُڑایا گیا ہے۔اِس ڈرامے کا ہیرو رالف اور اُس کے دو معاون مزاحیہ کردار، جن کی حرکات و سکنات اور بے سروپا گفتگو قارئین کے لیے تفریحِ طبع کا سامان پیدا کرتی ہے۔اِس کے بعد فلپ میسنجر (Philip Massinger)(۱۵۸۳ء۔۱۶۴۰ء)، جس کے ڈرامے فلیچر اور بن جانسن کے ڈراموں کا مرکب معلوم ہوتے ہیں، اُس نے سیاسی اور سماجی معاملات کو اپنے ڈراموں میں جگہ دی۔اُس کا کام یاب طربیہ"A New Way To Pay Old Debts"(۱۶۳۳ء)ہے، جس میں اُس نے مزاح اور طنز دونوں کا استعمال انتہائی چابک دستی سے کیا ہے، تاہم طنز کی تاثیر مزاح کے مقابلے میں قدرے تیز ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

انگریزی ادب کی طنزیہ ومزاحیہ روایت میں ایک اہم موڑ اُس وقت آیا، جب آلیور کرامویل(Oliver Cromwell) (۱۵۹۹ء۔۱۶۵۸ء) نے ۱۶۴۹ء میں چارلس اوّل کو قتل کر کے انگلستان سے بادشاہت کا خاتمہ (۱۶۴۹ء تا ۱۶۶۰ء) کر دیا اور گیارہ سال تک انگلستان میں جمہوریہ (Republic) قائم کی، لیکن کرامویل کی موت کے بعد چارلس اوّل کے بیٹے چارلس دوّم کی بحالی (Restoration) اور تخت نشینی کے بعد پیدا شدہ حالات میں سیاسی طنز کا در واہو گیا۔ کرامویل کی نام نہاد جمہوری حکومت نے تفریحات پر بے جا پابندیاں لگا رکھی تھیں، لیکن چارلس دوّم نے اقتدار سنبھالتے ہی مذہبی تہواروں اور تفریحات پر عائد تمام پابندیاں ہٹالیں، جس کی وجہ سے تھیٹروں کو بارِ دگر فعال ہونے کا بھرپور موقع ملا۔ اِس دور میں مذہبی نفس کشی اور نمائشی مذہب پسندی کے خلاف شدید ردِ عمل دیکھنے میں آیا اور شدت پسند مذہب پرستوں پر طنزیہ چوٹیں کرنا معمول بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اِس عہد کے طنازوں کے ہاں طنز ومزاح اور تمسخر کے جلو میں تلخی و بے رحمی کا طوفانِ بد تمیزی دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر محمد یٰسین کے نزدیک:

''چارلس دوئم کی بحالی کے ساتھ انگلستان میں سماجی اور معاشرتی انقلاب بھی رونما ہوا۔ جس کا مجموعی اثر اصنافِ ادب بالخصوص ''طنزیات'' پر سب سے زیادہ رہا۔۔۔اور کٹر مذہبیوں کا مضحکہ اُڑانا فریضہ سے زیادہ تفریحی مشغلہ بن گیا۔ چنانچہ اُس دور کے طنز نگاروں کے یہاں مزاح و تمسخر کے ساتھ ہمیں تلخی اور دل شکنی کے بھی پہلو ملتے ہیں۔'' (۱۴)

یوں انگلستان کی سماجی زندگی اُن گنت تبدیلیوں سے دوچار ہوئی۔ جس کا اثر دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ نہ صرف طنزیہ ومزاحیہ نوعیت کی تخلیقات پر پڑا، بل کہ اچھے خاصے بلند پایہ سنجیدہ فکر ادبا نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے سے دریغ نہیں کیا۔ اینڈریو مارِوِل(Andrew Marvell)(۱۶۲۱ء۔۱۶۷۸ء) اِسی دور کا اہم شاعر تھا، جس کی شاعری میں ایک خوش گوار مسرت اور دیہاتی زندگی کا احساس ملتا ہے، تاہم اُس نے اپنی نظم و نثر دونوں میں طنز پارے بھی تخلیق کیے ہیں۔ اُس نے "Instructions To A Painter" (ہدایات برائے مصوّر) میں انگلستان کے زوال پذیر معاشرے اور درباری زندگی کے سطحی پہلوؤں پر شدید طنزیہ وار کیے۔ سیاسی طنز نگاری میں اینڈریو مارِوِل کو خاص مہارت حاصل تھی۔ اِسی دور میں جون آلڈ ہم(John Oldham)(۱۶۵۳ء۔۱۶۸۳ء) بھی اینڈریو مارِوِل کی طرح سیاسی موضوعات پر کلاسیکی طرز میں طنزیات لکھنے کا ماہر تھا۔ جون آلڈ ہم کا سب سے بڑا کارنامہ "Satire on the Jesuits" ہے، جس میں جوش، طنطنہ اور رعب و دبدبے کا وفور، مگر مزاح اور تمسخر کا کسی قدر فقدان پایا جاتا ہے، تاہم اِس کے باوجود اُس کی یہ تصنیف طنزیہ ومزاحیہ ادب کا عظیم سرمایہ خیال کی جاتی ہے۔

انگریزی ادبیات میں طنز نگاری کی روایت کا ایک اہم موڑ سترھویں صدی کے وسط سے جان ڈرائیڈن(John Dryden) (۱۶۳۱ء۔۱۷۰۰ء) کی شاعری سے شروع ہوتا ہے۔ ڈرائیڈن کے طنزیہ شاہ کار اُس کی فطرت سے زیادہ اُس کے ادبی مزاج اور زبان و بیان پر قدرت کے عکاس ہیں۔ (۱۵) اُس کی زبان و بیان پر حاکمیت کا اعتراف ولیم ورڈزورتھ(William Wordsworth)(۱۷۷۰ء۔ ۱۸۵۰ء) لارڈ بائرن(Lord Byron)(۱۷۸۸ء۔۱۸۲۴ء)، جان کیٹس (John Keats)(۱۷۹۵ء۔۱۸۲۱ء) اور الفریڈ لارڈ ٹینی سن(Alfred, Lord Tennyson) (۱۸۰۹ء۔۱۸۹۲ء) ایسے نابغہ(Genius) تخلیق کاروں نے بھی کیا ہے۔ ڈرائیڈن کی طنز نگاری سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے مذہبی اور سیاسی مخالفوں کے ساتھ ساتھ نام نہاد شعرا اور جعلی ادبا کے خلاف ایک محاذ کھول رکھا تھا۔ ڈرائیڈن کی "Earl of Shaftes Bury"، "Absalom and Achitophel"، "The Medal"، "Mock Heroic" اور "Mac Flecknoe" ایسی نظمیں عظیم طنزیہ شاعری میں شمار کی جاتی ہیں۔ اِن طنزیہ نظموں میں جان ڈرائیڈن ایک مسخرے انسان کے روپ میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ کبھی تو وہ عام انسانوں کی حماقتوں پر خوش مزاجی کے ساتھ ہنستا ہے، تو کبھی غصے میں اُن کی گردن زدنی کے درپے ہو جاتا ہے۔

چارلس دوّم کے دور میں سب سے زیادہ ترقی صنفِ ڈراما نے حاصل کی۔ اِس میں بھی المیہ ڈراما کے بجائے طربیہ ڈراما کو خاصا عروج حاصل ہوا۔ "Codedy of Manners" کا موجد اور مزاح کو سچا رنگ عطا کرنے والا فن کار سر جارج ایتھرج (Sir George Etherege)(۱۶۳۵ء۔۱۶۹۱ء)، جو قدرتی ذکاوت کے اوصاف سے متصف تھا، اپنے عہد کے بہترین مزاح نگاروں میں شامل تھا۔ "The Comical Revenge"، "She Would If She Could" اور "The Man of Mode" ایسے شاہ کار طنزیہ ڈرامے بھی اُسی کی تخلیق ہیں، جن میں اُس نے طنز ومزاح کی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا، تاہم ولیم وائکرلے(William Wycherley)(۱۶۴۰ء ۱۷۱۶ء) کے ڈراموں میں ایتھرج کے مقابلے میں کہیں زیادہ گہرائی اور فنی مہارت ملتی ہے۔ "Love in a Wood"(۱۶۷۹ء) اور "The Gentleman Dancing Master"(۱۶۷۲ء) اُس کے معروف ڈرامے ہیں، جن میں طنز ومزاح کی مؤثر کار فرمائی محسوس کی جا

سکتی ہے۔اِسی طرح ڈینیل ڈی فو(Daniel Defo) (۱۶۵۹ء۔۱۷۳۱ء) بھی اُس عہد کا وہ پہلا مثالی شخص تھا، جس کی سیاسی نوعیت کی طنزیہ تحریریں اُس کے اپنے اخبار ''دی ریویو''(The Review)میں چھپتی تھیں۔اُس کے یہاں کاٹ دار طنز کے جان دار نمونے ملتے ہیں۔

ولیم کانگریو(William Conggreve)(۱۶۷۰ء۔۱۷۲۹ء)اُسی عہد کا ایک ایسا ڈراما نگار تھا، جس کے ہاں اُس دور کے سبھی ڈراما نویسوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اُس کے ہاں معاشرتی طربیہ کی بہترین صورتیں ملتی ہیں۔اُس کا ڈراما"Love for Love"(۱۶۹۵ء)اُس عہد کی فیشن پرستی اور عیاشی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ طنز کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔اِسی طرح الیگزنڈر پوپ(Alexander Pope)(۱۶۸۸ء۔۱۷۴۴ء)جدید کلاسیکی شاعری کا سب سے بڑا اور نمائندہ شاعر ہے، جس کے مزاج میں طنز و مزاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔وہ پیدائشی طور پر ذکاوت اور زبردست تنقیدی شعور اپنے مزاج میں لے کر پیدا ہوا تھا، مگر اُس کے طنز زیادہ تر ذاتیات سے تعلق رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کی ادبی اہمیت قدرے کم ہے۔اُس نے اپنی شاعری میں زوال پذیر انگریزی سماج پر خوب نشتر زنی کی ہے۔اُس کی طویل نظموں میں"The Dunciad" کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔اِس نظم میں پوپ نے اپنے دور کے کئی ایک شعرا کا مضحکہ اُڑایا ہے اور اپنے ادبی حریفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔بعینہٖ اُس نے اپنی نظم ''تنقید''(The Essay on Criiticism) (۱۷۱۱ء)میں بھی نام نہاد شعرا کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔اِسی طرح اُس نے اپنی شاہ کار نظم"Essay on Man"(۱۷۳۰ء)میں تمام بنی نوع انسان کو بھی ہدفِ طنز بنایا ہے۔علاوہ ازیں اُس کی نظم ''احمق نامہ'' بھی خاصے کی چیز ہے، جس میں طنز کے ذریعے معاشرے میں اعتدال پسندی کے رجحان کو فروغ دینے کی سعی کی گئی ہے۔اُس نے اپنی نمائندہ نظم "Rape of the Lock"(۱۷۱۲ء)میں ایک معمولی واقعہ کو غیر معمولی انداز سے کمال مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔اِس نظم میں پوپ نے صنفِ نازک کی فیشن پرستی، خام خیالی، جلوہ نمائی اور بے وفائی کے ساتھ ساتھ نظر بازوں اور دل پھینک عاشقوں کی خوب درگت بنائی ہے۔اُس کی یہ نظم انگریزی ادب میں طنزیہ شاعری کا نہ صرف ایک اعلیٰ شاہ کار ہے، بل کہ اِس سے زیادہ جان دار، ہر دل عزیز اور فنی اعتبار سے مکمل کلاسیکی نظم شاید ہی کوئی اور ہو۔(۱۶)

انگریزی ادب میں طنزیہ نثر کا نمائندہ فن کار جوناتھن سویفٹ(Jonathan Swift)(۱۶۶۷ء۔۱۷۴۵ء)، جس نے اپنی تحریروں میں اعلیٰ طنز کو فروغ دیا، بل کہ اگر یہ کہا جائے کہ سویفٹ کی تحریروں میں طنز کا عنصر اتنا مسلسل، نمایاں اور مستقل ہے کہ شاید ہی انگریزی یا اُردو کے کسی اور بڑے ادیب کے ہاں ملتا ہو تو بے جا نہ ہوگا۔(۱۷)انگلستان میں جب بور ژوا طبقے کی مادی ترقی کی وجہ سے اخلاق و اقدار کا جنازہ نکل گیا اور خود غرضی اور بناوٹی اندازِ زیست کی بنا پر ریاکاری کا چلن عام ہوا تو سویفٹ کے لیے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی،اِس لیے اُس نے سماجی زندگی کے نقائص بالخصوص افرادِ معاشرہ کی کج رویوں کو ہدفِ تضحیک بنایا۔بعض اوقات سویفٹ کا طنز تلخی اور بے زاری کی سطح تک جا پہنچتا ہے۔سویفٹ ایک ایسا طناز ہے، جس کے طنز میں تیزی اور گرمی دونوں اعتدال سے متجاوز دکھائی دیتے ہیں۔(۱۸) گویا اُس کی Wit کی تیز آنچ ہمیشہ محسوس کی جاتی ہے۔(۱۹)اِس روش نے اُس کی نثری تخلیقات کو طنزیہ ادب کا شاہ کار بنا دیا ہے۔اِس ضمن میں"The Battle of Books"(۱۷۰۴ء)اور "Gullivers Travels"(۱۷۲۶ء)سویفٹ کی تمام طنزیہ تخلیقات میں سب سے اہم شمار کی جاتی ہیں، تاہم"A Tale of a Tub"(۱۷۰۴ء)میں بھی سویفٹ نے تباہ کن طنز سے کام لیا ہے۔اِس میں عیسائیت کے تین اہم فرقوں رومن کیتھولک(Roman Catholic)، پروٹسٹنٹ(Protestant)اور کیلوِنزم(Calvinism)پر بڑے زوردار طنز کیے گئے ہیں۔اِس طنز کی وجہ سے نہ صرف مذہبی فرقوں کے افراد، بل کہ خود اُس کی اپنی پارٹی"Tory"کے لوگ اُس کے سخت ترین مخالف ہو گئے تھے۔مختصر یہ کہ سویفٹ ادبی، مذہبی اور سماجی طنز نگاری میں ایک بڑا تخلیق کار ہے، جس کی طنز نگاری کے درپردہ اصلاح کا جذبہ کار فرما دکھائی دیتا ہے۔وہ انگریزی تہذیب و معاشرت اور سیاسی نظام کا اِس قدر سخت نکتہ چیں ہے کہ وہ اُس معاشرے کی چھوٹی سے چھوٹی کجی کو بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔اُس کے طنز میں تلخی اور ترشی کا عنصر نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

عالم گیر شہرت کے حامل مضمون نگار سر رچرڈ اسٹیل کی طرح جوزف ایڈیسن(Joseph Addison)(۱۶۷۲ء۔۱۷۱۹ء)کی ابتدائی تحریروں میں بھی اصلاح کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ایڈیسن نے"The Spectator"(۲۰)کے ذریعے درمیانے طبقہ کی تہذیب و معاشرت اور فکر و خیال کو پیش کر کے اصلاح کاری کا فریضہ انجام دیا۔ایڈیسن نے ایک ہی ضخامت اور ایک ہی انداز کے کم و بیش چار سو مضامین معاشرتی اصلاح کی غرض سے تحریر کیے۔مذکورہ رسالے میں ایڈیسن نے ہنگامی اور فوری نوعیت کے مسائل سے قطع نظر ادبی، فلسفیانہ اور سیاسی معاملات پر گفتگو کرتے ہوئے اصلاح کے نقطۂ نظر سے طنز و مزاح کا سہارا لیا، لیکن کسی کی دل شکنی اور دل آزاری سے خود کو ہر ممکن بچائے رکھا۔بعینہٖ سر رچرڈ اسٹیل(Sir Richard Steele)(۱۶۷۲ء۔۱۷۱۹ء) بھی ایک ذہین اور ہمدردانہ مزاج کا حامل ادیب تھا۔اُس کی فطرت بھی ایڈیسن کی طرح دل

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
GUMAN
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

آزاری سے پاک تھی۔اُس کی سب سے اہم تصنیف"The Chritsian Hero"اٹھارھویں صدی کے اخلاقی ومذہبی خیالات کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔اُس نے اپنی فکر کو"The Tatler"(۲۱)نامی رسالے کے ذریعے،عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔اُس نے اپنے مضامین میں اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کے بے جا غرور ونخوت،حماقتوں اور اخلاقی کج رویوں کا پردہ فاش کیا۔

ہنری فیلڈنگ(Henry Fielding) (۱۷۰۷ء۔۱۷۵۴ء)کو"بابائے ناول نگاری"بھی کہا جاتا ہے۔اُس نے اپنے پہلے ناول "Joseph Andrews"(۱۷۴۲ء)کے ذریعے حالات وواقعات کو اُلٹ پلٹ کر انسانی زندگی کا جو طنزیہ چہرہ پیش کیا،وہ بڑا مبنی بر حقیقت ہے۔اُس نے اپنے اِس ناول کو"مزاحیہ نثری رزمیہ"(Comic Epic in Prose) کہا ہے۔اُس کا دوسرا ناول "Jonathan Wild The Great" بھی طنز ومزاح کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔اِسی عہد میں انگریزی ڈراما نگار اولیور گولڈ سمتھ(Oliver Goldsmith)(۱۷۲۸ء۔۱۷۷۴ء)،جس نے اپنے ڈراموں میں خالص مزاح کو رواج دیا۔وہ خشک قسم کے اخلاقی موضوعات سے سخت بے زار تھا،یہی وجہ ہے کہ اُس نے تفریحی ڈراما کا احیا کرنے کی کامیاب سعی کی۔اُس نے شگفتہ اور دل چسپ نثر کے نہایت پُر اثر نمونے پیش کیے۔اِس ضمن میں اُس کے ڈراموں"She Stoops to Conquer"(۱۷۷۳ء)اور"The Good Natur'd Man"(۱۷۶۸ء)کو خاص مقام حاصل ہے۔ازاں بعد رچرڈ برنسلے شیریڈن(Richard Brinsley Sheridan)(۱۷۵۱ء۔۱۸۱۶ء)نے اپنے ڈراموں میں دیکھنے والوں کے لیے تفریح ومسرت کا خاص خیال رکھا۔اُس نے اپنے مزاحیہ مکالموں کی بہ دولت اپنے معاشرتی طربیہ ڈراموں کو یادگار بنا دیا۔اِس ضمن میں شیریڈن کے تین ڈراموں"The Rivals"(۱۷۷۵ء "The School for Scanddal"(۱۷۷۷ء)اور"The Critic"(۱۷۷۹ء)کو خاص اہمیت حاصل ہے،جن میں تماشائیوں کی دل چسپی اور تفریحِ طبع کو خاص طور پر مدِ نظر رکھا گیا ہے۔اِن ڈراموں کے اہم کرداروں میں کوئی نہ کوئی حماقت ضرور نظر آتی ہے،جو اُنھیں مزاحیہ کردار کا منصب عطا کرتی ہے۔

رومانی دور کا سب سے اہم اور مقبول تاریخی ناول نگار سر والٹر اسکاٹ(Sir Walter Scott)(۱۷۷۱ء۔۱۸۳۲ء)،جس کے ناولوں کا سب سے اہم حوالہ تو تاریخ ہے،مگر اِس کے ساتھ ساتھ اُس کے تمام ناولوں میں مزاح کے عناصر بھی مملو دکھائی دیتے ہیں،تاہم "Caleb Balderstone"کے کردار اپنے اندر مزاح کا بھرپور تاثر رکھتے ہیں،جب کہ پہلی خاتون مزاح نگار جین آسٹن(Jane Austen) (۱۷۷۵ء۔۱۸۱۷ء)،جس کی بنیادی وجہ شہرت تو بہ طور ایک ناول نگار کے ہے،تاہم اُس کے ناولوں(۲۲)میں ایک باوقار،شائستہ اور خالص مزاح کا نکھرا ہوا رنگ ملتا ہے۔(۲۳)جین آسٹن کو کردار نگاری پر مہارتِ تامہ حاصل تھی اور اِسی چیز کو اُس نے اپنے مزاحیہ کرداروں کی تخلیق میں استعمال کیا۔اُس کے ناولوں میں اوسط درجے کے طبقے کی نمائندگی نظر آتی ہے۔اُس کا مزاح سراسر کلاسیکی انداز کا حامل ہے۔

چارلس لیمب(Charles Lamb)(۱۷۷۵ء۔۱۸۳۴ء)،سر رچرڈ اسٹیل(Sir Richard Steele)اور جوزف ایڈیسن (Joseph Addison)کی طرح لطافت وظرافت کے حامل مضامین لکھنے والا ایک بلا کا فن کار تھا۔ناقدین نے اُسے"انشا پردازوں کا شہزادہ"بھی کہا ہے۔ایک معمولی کلرک ہونے کی وجہ سے ساری زندگی وہ اچھے حالات کے خواب دیکھتا رہا۔اِسی روِش نے چارلس لیمب کے مضامین کو مزاح کی خوش بو سے معطر کر دیا ہے۔اُس کے مضامین میں ذاتی غموں کا پس منظر اُس کی ظرافت کو نئی زندگی عطا کرتا ہے۔اُس کے مضامین قاری کو گدگدا کر مسکرانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔اُس کے مزاح کے باطن میں آنسوؤں کا سمندر پنہاں ہوتا ہے۔بہ الفاظِ دیگر اُس کا مزاح دراصل اُس کی بد نصیبیوں پر اُس کی فتح معلوم ہوتا ہے۔(۲۴)اُس کی شاہ کار تصنیف"Essays of Elia" میں مزاح کی بہت لطیف صورت ملتی ہے۔

شہرۂ آفاق انگریزی ناول نگار ٹامس لوپی کاک(Thomas Love peacock)(۱۷۸۵ء۔۱۸۶۶ء)،جس کے ناولوں میں مزاح کا سیلاب دکھائی دیتا ہے۔اُس کے ناولوں کی اصل خصوصیت اُس کے طنزیہ ومزاحیہ جملے ہیں۔علاوہ ازیں واقعاتی مزاح اور زبان وبیان کے ذریعے مزاح تخلیق کرنے میں بھی اُسے یدِ طولیٰ حاصل تھا،تاہم خالص مزاح کے جلو میں اُس کے ہاں پھکڑپن کی ملاوٹ بھی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے،بل کہ انگریزی ادب میں ہزل گوئیRidiculeکو متعارف کروانے والا پی کاک ہی ہے،یہی وجہ ہے کہ اُسے"Master of the art Ridicule" کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے۔اُس کے طنز پر مبنی "Nightmare Abbey"میں رومانیت کا خوب مضحکہ اُڑایا گیا ہے۔

انیسویں صدی کا عظیم شاعر اور ناول نگار چارلس ڈکنز(Charles Dickens)(۱۸۱۲ء۔۱۸۷۰ء)،جس نے باقاعدہ مزاحیہ ناول تخلیق کیے،بنیادی طور پر وہ ایک ظریف انسان تھا۔اُسے کردار نگاری کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے ناولوں میں کم وبیش ایک ہزار نو سو(۱۹۰۰)کردار ملتے ہیں،جن میں سے بیشتر مزاحیہ کرداروں

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

کی ذیل میں آتے ہیں۔(۲۵) مختلف النوع کرداروں کو ایک خاص مزاحیہ انداز میں پیش کرنے میں ڈکنز کو بڑا کمال حاصل تھا۔وہ اپنی قوتِ تخلیق سے اپنے کرداروں میں جان ڈال دیتا ہے۔(۲۶) اُسے اپنے کرداروں سے بہت ہمدردی تھی،اِس لیے وہ اُن کا تمسخر اُڑانے کے بجائے اُن سے ہمدردی اور موانست کا رویّہ اختیار کر کے مزاح پیدا کرتا ہے۔وہ کردار نگاری کے علاوہ واقعہ نگاری سے مزاح پیدا کرنے کی بھی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا۔اُس کے مزاح میں اکثر طنز کا عنصر بھی آ جاتا ہے، مگر وہ طنز کا مردِ میدان نہیں تھا، بل کہ اُس کا مزاح انسانی ہمدردی کی کوکھ سے پھوٹتا ہے۔اُس کے اکثر مزاحیہ کردار بے بسی کے عالم میں دکھائی دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں اُن سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔ڈکنز ایک ہی وقت میں ہنسانے اور رُلانے دونوں کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا۔مزاح کے حوالے سے ڈکنز کا سب سے پہلا معرکہ "Sketches by boz"(۱۸۳۶ء) ہے، جس میں اُس نے ہلکے پھلکے انداز میں مزاحیہ خاکے پیش کیے ہیں اور یہی اُس کی ابتدائی شہرت کا باعث بنے۔اُس کا ایک اور مزاحیہ ناول "Oliver Twist" بھی قابلِ قدر ہے، مگر اُس میں مزاح کا رنگ کسی قدر سوز و گداز میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ازاں بعد "Pickwick Papers"(۱۸۳۶ء) اُس کی ایک ایسی تخلیق ہے، جس میں اُس کی فن کاری اور ظرافت اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔(۲۷) اِن مزاحیہ خاکوں میں ڈکنز نے انگریز کرداروں کا دلچسپ چربہ اُتار کر تفریحی ادب کو فروغ دیا۔مزید یہ کہ اِن خاکوں میں اُس نے معاشرتی زندگی کی بے رحمی، نمود و نمائش، منافقت اور ریاکاری کو خاص طور پر تختۂ مشق بنایا ہے۔ڈکنز چوں کہ غریب لوگوں کی زندگی کا خاکہ اُڑانے میں خاص مہارت سے بہ خوبی متصف تھا،اِس لیے اُسے ”عوامی نقال“ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

عظیم ناول نگار ولیم میک پیس تھیکرے(William Makepeace Thackery) (۱۸۱۱ء۔۱۸۶۳ء)، جسے ”ماسٹر آف سٹائل“ بھی کہا جاتا ہے، اُس نے اپنی تخلیقی زندگی کا آغاز مزاحیہ تنقیدی مضامین "English Humourists" سے کیا، لیکن اُس کی شہرت کا اصل حوالہ اُس کے ناول ہیں، تاہم اُس کی ایک اضافی خوبی یہ ہے کہ اُس نے نثر میں تحریف نگاری کو رواج دیا۔وہ انسانی کج رویوں پر طنز کے نشتر چلانے میں کمال رکھتا تھا۔تھیکرے کے اکثر کردار ہنسانے کے بجائے مسکراہٹ پیدا کرتے ہیں، لیکن جب وہ مزاح سے طنز کی منزل پر پہنچتا ہے تو گویا غصے میں آ جاتا ہے اور زبردست نقاد کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔اُس کے طنز و تمسخر کی بہترین مثال اُس کا ناول "Paris Sketch Book" ہے، جس میں سخت تنقید کا میلان واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔اِسی عہد میں جدید ناول نگاروں کی پیش رو جارج ایلیٹ (George Ellliot)(۱۸۱۹ء۔۱۸۸۰ء)(۲۸)، جس نے اپنے ناولوں میں فن کے ساتھ ساتھ فلسفے کو بھی ہم آمیز کرنے کی سعی کی۔اُس کے ناولوں "Adam Bede"(۱۸۵۹ء) اور "The Mill on the Floss"(۱۸۶۰ء) میں خالص ہنسانے والا مزاح، طنز کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔اُسے دیہاتی زندگی کو مزاحیہ لطف کے ساتھ بیان کرنے میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

اٹھارھویں صدی کے خاتمے کے قریب انگریزی ادب میں لایعنی مزاح(Nonsense Humour)، پہلے پہل جس کا آغاز شاعری میں ہوا، تاہم بعد ازاں اِس تصوّر نے نثر کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔یہ رجحان دراصل حقیقی دُنیا سے ایک نوع کا فرار تھا، جو پڑھنے والے کو حقیقی دُنیا سے ایک ایسی پاگل فضا میں لے جاتا ہے، جہاں واقعات کا بے ڈھنگا پن صورتِ واقعہ کو زعفرانِ زار بنا دیتا ہے۔شاعری میں اِس رجحان کو فروغ دینے والا پہلا شخص ایڈورڈ لیئر تھا(Edward Lear) (۱۸۱۲ء۔۱۸۸۸ء)، جس نے اپنے شعری مجموعے "Book of Nonsense" (۱۸۴۶ء) کے ذریعے ادب میں ایک ہیجان برپا کر دیا۔ایڈورڈ لیئر کی طرح ”لایعنی مزاح“ کا تجربہ وکٹورین عہد کے ایک باغی ناول نگار لوئس کیرل(Lewis Carroll) (۱۸۳۲ء۔۱۸۹۸ء) نے بھی بڑی کامیابی سے کیا۔(۲۹) لوئس کیرل نے اپنے ناولوں "Alice in Wonder land"(۱۸۶۵ء) اور "Through The Looking Glass"(۱۸۷۲ء) وکٹورین میں بڑے بوڑھوں کا بھرپور مذاق اُڑایا ہے۔ساتھ ہی ساتھ اپنے تیسرے ناول "An Amirican Farm" میں اُس نے اپنے عہد کی مروجہ اخلاقی اقدار پر طنز کے کوڑے بھی برسائے ہیں۔لوئس کیرل نے بیک وقت نظم اور نثر دونوں میں لایعنی مزاح کے کامیاب تجربے کیے اور دونوں سطحوں پر قارئین سے خوب داد سمیٹی۔لایعنی مزاح کے ضمن میں ڈبلیو۔ایس۔گلبرٹ (W. S. Gilbert)(۱۸۳۶ء۔۱۹۱۱ء) کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

سیموئیل بٹلر(Samuel Butler) (۱۸۳۵ء۔۱۹۰۲ء) مذہبی ماحول میں پلا ہوا ایک اعلیٰ انگریزی طناز تھا۔سچ تو یہ ہے کہ اُسے مذہبی ملازمت کے لیے ہی تیار کیا گیا تھا، مگر مذہبی نظام کی زیادتیوں کی وجہ سے وہ بہت جلد مذہب سے متنفر ہو گیا۔اصل میں یہ دور مذہبی حوالے سے عروج کا زمانہ تھا، جس میں تنگ نظری انگریز معاشرے کے رگ و ریشے میں سما چکی تھی۔ایسے حالات میں ادبا و شعرا نے پادری اور کلیسا کے خلاف کھل کر اظہار کیا اور طنز کے نشتر چلائے۔سیموئیل بٹلر کی اہم ترین تخلیق "Sir Hudibras" ہے۔اِس نظم میں اُس نے اپنے دور کے مذہبی جنون اور احمقانہ جوش و خروش پر طنز کے کوڑے برسائے ہیں۔یہ نظم دراصل پیوریٹن (Puritans)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

عہد پر طنز ہے۔علاوہ ازیں اِس نظم میں مزاح اور تمسخر کے عناصر بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔بعد ازاں سیموئیل بٹلر نے چارلس ڈارون "Charles Darwin" کا مطالعہ کیا اور مزاحیہ مضامین لکھنے کا آغاز کر دیا۔اُس نے عہدِ وکٹوریہ کے کھوکھلے پن سے بے زار ہو کر اُس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور اپنے دور کے کھوکھلے پن پر تنقید کرنے لگا۔مذہب، اخلاقیات، جذباتیت، بے معنی روایات سب کو اُس نے آڑے ہاتھوں لیا۔ "Erewhon Revisited" اور "The Way of All Flash" اُس کے طنز کی زبردست مثالیں کہی جا سکتی ہیں۔

انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں، جن شعرا و ادبا نے طنز و مزاح کے دامن کو پُر بہار کیا، اُن میں سب سے اہم نام مارک ٹوین (Mark Twain)(۱۸۳۵ء۔۱۹۱۰ء) کا ہے۔مارک ٹوین اپنی نجی زندگی میں ظریفانہ شخصیت کا مالک تھا اور اُس کی یہی خصوصیت اُس کی تحریروں میں بھی بھرپور انداز میں دکھائی دیتی ہے۔چوں کہ مارک ٹوین کے دورِ حیات میں معاشی سطح پر خوش حالی کا دور دورہ تھا، اِس لیے اُس کی تحریروں میں طنز کی دھار کند اور مزاح کے رنگ بڑے شوخ دکھائی دیتے ہیں۔اُس کی سب سے اہم مزاحیہ تصنیف "The Adventures of Huckleberry Finn" ہے، جس میں طنز و مزاح کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔مارک ٹوین کی تحریروں میں خالص اور مہذبانہ مزاح کا مزاح ملتا ہے۔اِس لیے اُسے جدید مزاح کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔اُس کے ہاں کرداری، واقعاتی اور لفظی غرض ہر طرح کے مزاح کے نمونے موجود ہیں۔

بیسویں صدی کا ایک آزاد خیال، عورتوں کے حقوق کا حامی اور ادب و موسیقی کا نقاد، جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw)(۱۸۵۶ء۔۱۹۵۰ء)، جو انگریزی ادب کا ایک اہم ادیب تھا۔۱۸۹۸ء میں اُس کے ڈراموں کے دو مجموعے شائع ہوئے۔اِن ڈراموں کے ذریعے جارج برنارڈ شا نے عوام اور اُن کے مذہبی و سیاسی اداروں کے علاوہ تسلیم شدہ عقائد کو طنز کا نشانہ بنایا۔اپنے معاصرین کے مقابلہ میں اُس کی ذکاوت و ذہانت بہت زیادہ تھی۔(۳۰) برنارڈ شا محض لوگوں کو ہنسانے کے لیے مزاح کا اُسلوب اختیار نہیں کیا، بل کہ کوئی نہ کوئی مفید بات کہنے کے لیے وہ اپنے ڈراموں اور افسانوں میں چھیڑ چھاڑ کی روش اختیار کیا کرتا تھا۔(۳۱) کہا جا سکتا ہے کہ ہنسنے ہنسانے کے علاوہ اُس کے پیشِ نظر کئی مقاصد ہوا کرتے تھے۔(۳۲) بلاشبہ اُس کے ڈرامے مسرت سے شروع ہو کر بصیرت پر ختم ہوتے ہیں۔(۳۳) خاص طور پر اُس کی تصنیف "Candia"(۱۸۹۸ء) اِس ضمن میں خاص مقام کی حامل ہے، جس میں اُس نے اپنی طنز و مزاح کی صلاحیت کو بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔اُس کے افسانے بحث و مباحثہ اور طنز و تعریض کے مجموعے ہیں۔سماجی مسائل کو سمجھنے کی اُس میں بے پناہ صلاحیت تھی۔وہ اپنے عہد کی بے حسی کو طنز و مزاح کے سخت ہاتھوں سے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر درست کرنا چاہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان کی کم زوریوں پر دل کھول کر ہنستا ہے۔

انگریزی مزاح نگار، ناول نگار اور ڈراما نگار جیروم کے جیروم(Jerome Klapka Jerom)(۱۸۵۹ء۔۱۹۲۷ء)، جس کے ناول "Three men on a boat"(۱۸۸۹) اور "Idle Thoughts of an Felow" طنز و مزاح کی بہترین مثالیں ہیں۔اُس نے بھی انگریزی مزاح نگاروں کی روایت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ازاں بعد جدید ڈرامے کی روایت میں جارج برنارڈ شا کے بعد سب سے بڑا نام جان گالزوردی(John Galsworthy) (۱۸۶۷ء۔۱۹۳۳ء) کا ہے، جس کی تصانیف میں جذبۂ اصلاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، مگر واضح رہے کہ جارج برنارڈ شا کے برعکس جان گالزوردی طنز و تضحیک اور تمسخر کے معاملے میں ہمدردانہ رویّے کا حامی تھا۔دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، سرمائے اور محنت کی آویزش، قانونی اور عدالتی نظام اور ذات پات ایسے موضوعات پر وہ دل کھول کر طنز کے وار کرتا ہے۔بالخصوص جان گالزوردی نے اپنے ناولوں ’’The man of Property‘‘ اور ’’Country House‘‘ میں جاگیردارانہ نظام کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے۔اپنے آغاز کے ناولوں میں جان گالزوردی طبقۂ امرا کے عقائد و افکار کو خاص طور پر ہدفِ تنقید و طنز بنایا۔

سر میکس بیربوم(Sir Max Beerbohm)(۱۸۷۲ء۔۱۹۵۶ء) نے ۱۹۱۱ء میں "Zuleika Dobson" لکھ کر اوّلین شہرت حاصل کی، تاہم اُس کا اصل کارنامہ "Christmas Garland"(۱۹۱۲ء) ہے۔اِس میں اُس نے پیروڈی کے فن کو معراج کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔۱۹۲۰ء میں اُس کے مضامین کا دوسرا مجموعہ "And Even Now" منظرِ عام پر آیا، جو شوخی و ظرافت اور جان دار اُسلوب میں گندھا ہوا ہے۔اِسی دور میں آلڈوس ہکسلے (Aldous Huxley)(۱۸۹۴ء۔۱۹۶۳ء)، جس کی طبیعت طنز کی جانب خاص طور پر مائل تھی، اُس نے اپنی مقبولِ عام تصانیف "Antic Hay"(۱۹۲۳ء) اور "Crome Yellwo"(۱۹۲۱ء) میں دوسری عالمی جنگ کے بعد کے حالات و واقعات اور برطانیہ کے کھوکھلے پن کو طنز کے پیرائے میں تحریر کیا ہے۔

اِسی عہد میں سمرسٹ ماہم(Somerset Maugham)(۱۸۷۴ء۔۱۹۶۵ء) کے طربیہ ڈراموں کو خاص اہمیت حاصل ہے، جن میں اُس نے معاشرتی انحطاط، خاندانی نظام کی تباہی، لڑکیوں کا مردانہ پن اور مردوں کی نسوانیت ایسے موضوعات پر طنز کے وار کیے ہیں۔اُس کے ڈراموں نے برسوں لوگوں کو ہنسایا اور محظوظ کیا۔(۳۴)خاص طور پر اُس کی تصنیف "Of human Bondage"، جس میں اُس نے اپنی زندگی کی محرومیوں کو طنزیہ انداز میں موضوعِ بحث بنایا ہے۔بلاشبہ اُسے اعلیٰ طنز کی بہترین مثال کہا جاسکتا ہے۔جنگِ عظیم دوّم کے بعد کے لکھاریوں میں پی جی ووڈ ہاؤس(P.G.Wodehouse)(۱۸۸۱ء۔۱۹۷۵ء) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں، جو اپنی طنزیہ و مزاحیہ کہانیوں کی بہ دولت جنگ کے بعد شہرت پانے والے ادیبوں میں بے حد مقبول رہا۔اُس کی کہانیوں کی مقبولیت کی اساسی وجہ زبان و اُسلوب کی سادگی و روانی کے ساتھ طنزیہ و مزاحیہ عناصر کا مملو ہونا بھی تھا۔اِسی دور میں جارج آرویل(George Orwell)(۱۹۰۳ء۔۱۹۵۰ء) نے بھی طنز و مزاح کے فروغ کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔اُس نے اپنے سب سے کامیاب ناول "Animal Farm"(۱۹۴۵ء) میں کمیونسٹ طرزِ حکمرانی پر گہری طنزیہ ضربیں لگائی ہیں۔

بعینہٖ انتھونی پاول(Anthony Powell)(۱۹۰۵ء۔۲۰۰۰ء) کے ناول سماجی زندگی پر طنزیہ اظہار کا بہترین مرقع ہیں۔پاول کے ناولوں میں فلسفیانہ گہرائی اور شعری لطافت کا فقدان ہر جگہ نظر آتا ہے، لیکن اُس نے جنگِ عظیم دوّم کے بعد انگریزی معاشرت کی بے ربطی، انتشار، اخلاقی بے راہ روی اور شادی بیاہ کے روایتی اداروں کے زوال پر جس انداز سے اظہارِ خیال کیا ہے، وہ اُسی کا حصہ ہے، جب کہ سرایلن ایکبورن(Sir Alen Aykbourn) (۱۹۳۹ء)، جو بنیادی طور پر ایک ڈراما نگار تھا، اُس نے بیسویں صدی کے نصف آخر میں ڈرامے کی دُنیا میں خوب شہرت حاصل کی۔اُس کے ڈراموں کی خاص بات یہ ہے کہ اُن میں سیاسی و سماجی موضوعات پیش کرنے کے بجائے طنز و ظرافت کا اُسلوب اختیار کیا گیا ہے۔طنز و ظرافت کے حوالے سے ایکبورن کے تین ڈرامے "How the other half Loves"، "The Norman Conquests" اور "Just between ourselves" بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

ازاں بعد ٹریور گرفتھس(Trevor Griffiths)(۱۹۳۵ء) نے اپنے ڈراموں میں سیاسی، تعلیمی اور سماجی امور کو طنزیہ انداز میں بیان کیا۔اِس سلسلے میں اُس کا مقبول ترین ڈراما "Comedians"(۱۹۷۵ء) ہے، جس میں نسلی و جنسی معاملات کو کسی قدر مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا گیا ہے، جب کہ گلبرٹ کیتھ چیسٹرٹن(Gilbert Keith Chesterton)(۱۸۷۴ء۔۱۹۳۶ء) اکبر الٰہ آبادی(۱۸۴۶ء۔۱۹۲۱ء) کی طرح قدیم روایات کا دل دادہ تھا۔وہ مذہبی پابندی کا حامی اور رومن کیتھولک(Roman Catholic) فرقے کا حمایتی تھا۔اپنی تحریروں میں وہ جدید دور کی لادینیت سے پیدا ہونے والی بوالعجبیوں کا مذاق اُڑاتا ہے۔قولِ محال(Paradox) کو مزاح کے طور پر استعمال کر کے اُس نے بہترین مزاح پیدا کیا، جب کہ ذکاوت اُس کی طبیعت کا اہم ترین عنصر تھا۔پھر کینیڈین مزاح نگار اسٹیفن لی کاک(Stephen Leacock)(۱۸۶۹ء۔۱۹۴۴ء) نے اپنی تحریروں میں خصوصی طور پر طلبہ و طالبات کی سرگرمیوں کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔اُس کی اصل وجۂ شہرت مزاحیہ مضامین اور کہانیاں ہیں، جن میں سماجی حماقتوں پر بھرپور انداز میں نکتہ چینی کی گئی ہے۔اُس کی تصانیف "The Last Leaves"، "Further Foolishness"، "The Garden of Folly" اور "Literary Lapses" قابلِ ذکر ہیں، جن میں طنز و مزاح کا اُسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

قصہ کوتاہ انگریزی ادب میں طنز و مزاح کی روایت کا مقداری جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی ادب میں خالص مزاح کا تدریجی ارتقا ہوا ہے، مگر یہ بات بھی انتہائی دل چسپ ہے کہ انگریزی ادب میں مزاح فی الاصل طنز کے پیراہن میں ملبوس ہو کر نمو پانے کے بجائے اپنی خالص حالت میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔(۳۵)مزید یہ کہ انگریزی ادب میں طنز کے مقابلے میں مزاح کا پلڑا ہمیشہ بار آور دکھائی دیتا ہے۔چوں کہ انگریزی ادبیات میں طنز و مزاح کی ایک شان دار روایت آغاز سے ہی موجود رہی ہے، جس میں افسانہ، ناول، ڈراما اور دیگر شعری تخلیقات، گویا ادب کی جملہ اصناف میں طنز و مزاح نگاروں نے مجموعی طور پر بہت اعلیٰ نوعیت کا مزاح تخلیق کرنے کی سعی کی ہے، جس میں طنز و مزاح کے نمایاں حربوں اور وسیلوں کو کام میں لاتے ہوئے انگریزی طنز و مزاح نگاروں نے دُنیا کی دیگر زبانوں کے تخلیق کاروں کے لیے ایک اعلیٰ سطح کا معیار پیش کیا ہے، جس کی اہمیت و افادیت سے کوئی بھی ادب پسند قاری انکار نہیں کر سکتا۔

(☆☆☆)

حواشی و حوالہ جات

1۔Encyclopedia Britannica, Volume 20, Chicago: William Benton, Publiher, 1768, P. 5

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

۲۔اینگلو سیکسن(Anglo Sexon)ایک قوم کا نام ہے، جو یورپ میں پانچویں صدی عیسوی میں آکر آباد ہوئی تھی۔اِس قوم کے تخلیق کاروں کے جو ادبی شاہ کار دست یاب ہوئے ہیں، وہ کم و بیش ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں وجود میں آئے۔

۳۔نارمن(Norman)۱۰۶۶ءمیں فرانس کے صوبہ نارمنڈی(Nor Mandy)سے برطانیہ میں آئے تھے۔اُن کے ساتھ فرانسیسی ادیب بھی آئے تھے اور پھر بعد میں بھی آتے رہے۔نارمن عہد تقریباً تین سو برس تک برطانیہ پر مسلط رہا اور نارمن حکومت کے زیرِ اثر انگریزی ادب کی داغ بیل پڑی۔

۴۔احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد، تاریخ ادبِ انگریزی، کراچی: شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۲

۵۔احمد عقیل روبی، علم و دانش کے معمار، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء، ص ۱۹۶

۶۔محمد طاہر، ڈاکٹر، مشتاق احمد یوسفی کی ادبی خدمات، اعظم گڑھ: شعبۂ اُردو شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج، ۲۰۰۳ء، ص ۲۷

۷۔رشید احمد صدیقی، طنزیات و مضحکات، دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، ۲۰۱۱ء، ص ۲۴

۸۔جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا(جلد اوّل)، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۰۳ء، ص ۲۰۸

۹۔محمد یٰسین، ڈاکٹر، انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: بک چینل، ۱۹۹۳ء، ص ۴۶

۱۰۔سحر انصاری، ''انگریزی ڈرامے کا ارتقا''، مشمولہ، افکار (ڈراما ایڈیشن)، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص ۲۲

۱۱۔احمد عقیل روبی، علم و دانش کے معمار، ص ۲۰۵

۱۲۔David Daiches, A Critical History of English Literature, V. 1, Delhi: The Ronald Press Co. 1969, P. 251

۱۳۔احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد، تاریخ ادبِ انگریزی، ص ۱۸۹، ۱۹۰

۱۴۔محمد یٰسین، ڈاکٹر، انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، ص ۷۴

۱۵۔ایضاً، ص ۷۵

۱۶۔احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد، تاریخ ادبِ انگریزی، ص ۳۰۰

۱۷۔شہناز ہاشمی، ''سویفٹ کی شاعری''، مشمولہ، علی گڑھ میگزین (طنز و ظرافت نمبر)، ص ۲۱۰

۱۸۔شوکت سبزواری، ڈاکٹر، نئی پُرانی قدریں، کراچی: مکتبۂ اُسلوب، ۱۹۶۱ء، ص ۳۹، ۴۰

۱۹۔وہاب اشرفی، تاریخِ ادبیاتِ عالم (جلد چہارم، پنجم)، اسلام آباد: یورب اکادمی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۷۰

۲۰۔یہ رسالہ یکم مارچ ۱۷۱۱ء سے ۶ دسمبر ۱۷۱۲ء تک جاری رہا۔اس کی کاپی ہر صبح گھروں میں ناشتے کے وقت پہنچ جاتی تھی۔

۲۱۔معاشرتی اصلاح کا حامل یہ رسالہ اپریل ۱۹۰۹ء سے جنوری ۱۹۱۱ء تک متواتر نکلتا رہا۔یہ ہفتے میں تین بار شائع ہوتا تھا۔

۲۲۔جین آسٹن نے کل چھ ناول تخلیق کیے۔

(۱)Sence and Sensibility (۱۸۱۱ء)
(۲)Pride and Prejudice (۱۸۱۳ء)
(۳)Mansfield Park (۱۸۱۴ء)
(۴)Emma (۱۸۱۵ء)
(۵)Northanger Abbey (۱۸۱۸ء)
(۶)Persuasion (۱۸۱۸ء)

۲۳۔وزیر آغا، اُردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور: مکتبۂ عالیہ، ۱۹۵۵ء، ص ۵۴

۲۴۔محمد یٰسین، ڈاکٹر، انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، ص ۱۴۱

۲۵۔وزیر آغا، اُردو ادب میں طنز و مزاح، ص ۵۴

۲۶۔محمد یٰسین، ڈاکٹر، انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، ص ۲۵

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

۲۷۔ شمع افروز زیدی، ڈاکٹر، اُردو ناول میں طنز و مزاح، لاہور: پرو گریسو بکس، ۱۹۸۸ء، ص ۶۹

۲۸۔ جارج ایلیٹ کا اصل نام میری این ایوانز (Mary Anne Evans) تھا، جو ایک پادری کی بیٹی تھی۔

۲۹۔ لوئس کیرل کا اصل نام چارلس ڈاڈسن (Charles Dadgson) تھا۔

۳۰۔ آئی فر۔ ایونس، انگریزی ادب کی مختصر تاریخ، مترجم: ذکی کاکوروی، لکھنؤ: مرکزِ ادب اُردو، ۱۹۸۵ء، ص ۲۷۳

۳۱۔ ظ۔ انصاری، جارج برنارڈ شا ایک نظر میں، دہلی: مکتبۂ برہان، ۱۹۱۵ء، ص ۱۰۲

۳۲۔ سجاد حارث، ادب اور ریڈیکل جدیدیت، لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء، ص ۱۹۱

۳۳۔ آلِ احمد سرور، ’’برنارڈ شا‘‘، مشمولہ، اُردو ادب، علی گڑھ، جلد: ۱، شمارہ: ۴، ۳، جنوری، اپریل ۱۹۱۵ء، ص ۵۷۴

۳۴۔ آلِ احمد سرور، ’’ولیم سمرسٹ مائم‘‘، مشمولہ، اُردو دُنیا، جلد: ۱۴، شمارہ: ۲، فروری ۲۰۲۱ء، ص ۳۷

۳۵۔ وزیر آغا، اُردو ادب میں طنز و مزاح، ص ۵۱

(☆☆☆)

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Encyclopedia Britannica, Volume 20, Chicago: William Benton, Publiher, 1768, P. 5
2. Anglo Sexon aik qoum ka nam hey, jo Europe mein panchiven sadi easvi mein aa kara bad hui thi.is qoum key takhleeq karoon key jo adabi shahkar dastyab huaey hein, wo kam-o-besh satwien sadi easvi key akhir mein wjod mein aey.
3. Norman 1066 mein Farance key suba Nor Mandi sey Bartania mein aey they. Un key sath Faransisi adeeb bhi aey they aur phir bad mein bhi atey rahey. Norman ahed taqreeban teen so baras tak Bartania par musalt raha aur Norman hakomat key zer-e-asar angraizi adab ki dagh bail pari.
4. Ahsan Farooqi, Dr. Muhammad, tareekh-e-adab-e-angraizi, Karachi: shuba-e-tasneef-o-tarjama Karachi university, 1986, P. 32
5. Ahmad Aqeel Rubi, ilm-o-danish key mamaar, Islamabad: national book foundation, 2011, P. 196
6. M. Tahir, Dr., Mushtaq Ahmad Yousufi ki adabi Khidmat, Azam Ghar: shuba-e-Urdu Shibli national post graduate college, 2003, P. 27
7. Rasheed Ahmad Saddiqi, tanziat-o-muzhkat, Delhi: maktab-e-jamia limited, 2011, P. 24
8. Jamey Urdu encyclopeadia (Jild awal), Delhi: qoumi council baraey farogh-e-Urdu zuban, 2003, P. 208
9. M. Yaseen, Dr., angraizi adab ki mukhtasar tareekh, Lahore: book channel, 1993, P. 46
10. Sahar Insari, “angrazi daramey ka irtqa”, mashmula, afkar (darama edition), Karachi, 1968, P. 22
11. Ahmad Aqeel Rubi, ilm-o-danish key mamaar, P. 205
12. David Daiches, A Critical History of English Literature, V. 1, Delhi: The Ronald Press Co. 1969, P. 251
13. Ahsan Farooqi, Dr. Muhammad, tareekh-e-adab-e-angraizi, P. 189, 190
14. M. Yaseen, Dr., angraizi adab ki mukhtasar tareekh, P. 74
15. Eizan, P. 75
16. Ahsan Farooqi, Dr. Muhammad, tareekh-e-adab-e-angraizi, P. 300
17. Shahnaz Hashmi, “Swift ki shairi”, mashmula, Alighar magazine (tanz-o-mizah number), P. 210
18. Shoukat Sabzwari, Dr., nai purani qadreen, Karachi: maktaba-e-asloob, 1961, P. 39, 40
19. Wahab Ashrafi, tareekh-e-adbiat-e-alam (Jild caharam, panjum), Islamabad: purab academy, 2006, P. 170
20. Ye resala yakam March 1711 sey 6 December 1721 tak jari raha. Is ki copy her suba gharoon mein nashtey key waqat pohanch jati thi.

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

21. Muaasharti islah ka hamil ye reslal April 1909 sey January 1911 tak matwater nikalta raha. Ye huftey mein teen bar shaia hota tha.
22. Jain Austen ney kul chey novel takhleeq kiey.

    (۱) Sence and Sensibility (۱۸۱۱ء) (۲)Pride and Prejudice (۱۸۱۳ء)

    (۳)Mansfield Park (۱۸۱۴ء) (۴)Emma (۱۸۱۵ء)

    (۴)Northanger Abbey (۱۸۱۸ء) (۶)Persuasion (۱۸۱۸ء)

23. Wazeer Agha, Urdu adab mein tanz-o-mizah, Lahore: maktaba-e-alia, 1955, P. 54
24. M. Yaseen, Dr., angraizi adab ki mukhtasar tareekh, P. 141
25. Wazeer Agha, Urdu adab mein tanz-o-mizah, P. 54
26. M. Yaseen, Dr., angraizi adab ki mukhtasar tareekh, P. 25
27. Shama Afroz Zaidi, Dr., Urdu novel mein tanz-o-mizah, Lahore: progressive books,1988, P. 69
28. Jorge Eliot ka asal nam meri Anne Evans tha, jo aik padri ki baiti thi.
29. Louise Karel ka asal nam Charlas Dadgson tha.
30. Iefer Evens, angrazi adab ki mukhtsar tareekh, mutarjam: Zaki Kakorwi, Lakhnow: markaz-e-adab urdu 1985, P. 273
31. Z. Insari, Jorge Barnard Shaw aik nazer mien, Delhi: maktaba-e- Burhan, 1915, P. 102
32. Sajjad Haris, adab aur redical jadeediat, Lahore: Delhi: maktaba-e-burahan, 1915, P. 191
33. Aal-e-Ahmad Sarur, “Barnard Shaw”, mashmula, Urdu adab, Alighar: Jild: 1, shumara: 3, 4, January, April 1915, P. 574
34. Aal-e-Ahmad Sarur, “Samerset Maim”, mashmula, Urdu dunia, Jild: 14, shumara: 2, February 2021, P. 37
35. Wazeer Agha, Urdu adab mein tanz-o-mizah, P. 51

(☆☆☆)